قیام امن کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اقدامات: ایک تحقیقی مطالعہ

Steps Taken by The Prophet Muhammad ﷺ For Establishing Peace (A Research Study)

Dr. Hafiz Saeed ur Rehman
Lecturer, Department of Islamic Thought, History and Culture,
Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Email: saeed.rehman@aiou.edu.pk

ABSTRACT

Peace serves as the backbone for the growth and development of any society. Islam places great importance on maintaining peace, and the Prophet Muhammad ﷺ took significant measures to achieve it. As mentioned in the Holy Quran, peace is one of Allah's greatest blessings. Maintaining peace is a part of Sharia objectives because it ensures the people's interests. The Prophet Muhammad ﷺ implemented two types of measures for establishing peace:

Moral Education Initiatives:

- He prohibited actions that disrupt peace, such as murder, violence, theft and greed, etc.
- He encouraged peaceful actions, such as maintaining family ties and practicing forgiveness.
- He took several measures to end family differences, discouraged class divisions and nationalism, eliminated religious extremism, and mediated between conflicting groups.

Administrative Measures:

- He strictly curtailed wars and violence.
- When necessary, he engaged in jihad to establish peace.
- He ensured justice and fairness and eliminated economic inequality.

Due to these efforts, complete peace was established in Medina. This article likely examines both moral and administrative strategies He employed to foster a peaceful environment, highlighting the significance of his actions in historical and contemporary contexts.

Keywords: Class division, Forgiveness, Justice and Fairness, Nationalism, Peace, Shariah, Wars and Violence

فرد، معاشرے اور قوم کی زندگی میں امن کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں جامع نشاۃ ثانیہ کے حصول کے لیے اساس اور بنیاد امن ہے۔ شریعت اسلامیہ نے امن وامان کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور اس کے قیام کے لیے متعدد اقدامات کیے ہیں۔ امن برباد کرنے والوں کے لیے حدود و تعزیرات کا نظام

رکھا ہے۔ امن وہ عظیم نعمت ہے جس کا اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر احسان جتلایا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ﴾[1] ("وہ جس نے اُنھیں بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن دیا")۔ اس آیت میں رزق کا ذکر پہلے اور امن کا بعد میں ہے جبکہ دوسرے مقام پر رزق سے پہلے امن کا تذکرہ ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے ﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ ﴾[2] ("اور اللہ نے ایک ایسی بستی کی مثال بیان فرمائی ہے جو امن و اطمینان سے تھی اُس کے پاس اُس کا رزق ہر جگہ سے بکثرت آتا تھا")۔ اسی طرح ابراہیمؑ نے اللہ تعالی سے اپنی اولاد کے لیے رزق سے پہلے لوگوں کی طرف سے امن مانگا تھا۔ ارشاد باری تعالی ہے ﴿فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾[3] ("پس تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ شوق و محبت کے ساتھ ان کی طرف مائل رہیں اور انھیں ہر طرح کے پھلوں کا رزق عطا فرما")۔ امن کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا»[4] ("تم میں سے جس نے بھی صبح کی اس حال میں کہ وہ اپنے گھر یا قوم میں امن سے ہو اور جسمانی لحاظ سے بالکل تندرست ہو اور دن بھر کی روزی اس کے پاس موجود ہو تو گویا اس کے لیے پوری دنیا سمیٹ دی گئی")۔

امن کا قیام مقاصد شریعہ میں سے ہے۔ علامہ ماوردی کے بقول دنیا کی فلاح و بہبود چھ اشیاء پر منحصر ہے جن میں سے ایک امن وامان ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ معاشرے میں سب کے لیے امن ہونا چاہیے تاکہ ہر شخص مطمئن ہو اور اس کی جائز خواہشات پنپ سکیں۔ ایسا پر امن معاشرہ ہونا چاہیے جس میں ایک بے گناہ انسان کو کوئی خوف نہ ہو اس لیے کہ خوف زدہ اور ڈرے ہوئے شخص کو کبھی امن نصیب نہیں ہوتا۔ کسی بھی معاشرے میں امن و سلامتی والی زندگی بہترین زندگی ہے اور عدل وانصاف بہترین قوت ہے۔ بدامنی اور خوف وہراس لوگوں کو ان کی مصالح سے روکتا ہے۔ وہ آزادنہ تصرف نہیں کرسکتے، وہ ایسی چیزوں کی تلاش سے محروم رہتے ہیں جو ان کی ضروریات کو پورا کرسکتی ہیں۔ الغرض جہاں عدل وانصاف کا نظام طاقت ور ہو وہاں امن ہوتا ہے اور جہاں امن مفقود ہو وہاں ظلم ہوتا ہے[5]۔

کسی جنگ اور لڑائی کے خاتمے کے بعد حالات کا معمول پر آجانا قابل تعریف امر ہے لیکن جب تک تشدد کا باعث بننے والے اسباب کو نہیں روکا جاتا اس وقت تک مکمل امن نہیں ہو سکتا۔ اس لیے قیام امن کو سمجھنے کے لیے ان عوامل کا جاننا ضروری ہے جو امن کے فروغ میں کردار ادا کرتے ہیں اور جن کی عدم موجودگی تنازعات کا باعث بن سکتی ہے۔ اسی طرح انسانی معاشرے میں کئی ایسے عوامل ہیں جو امن وومان کو تباہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان امن بگاڑ عوامل کو اپنی تعلیمات اور کردار کے ذریعے ختم فرما کر امن و امان قائم کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے معاشرے میں امن وامان بحال رکھنے کے لیے دو طرح کے اقدامات کیے۔

اخلاقی تربیت کے ذریعے قیام امن کے اقدامات

ہر وہ چیز جو معاشرے میں بدامنی کی طرف لے کر جانے والی ہے، اس کی رسول اللہ ﷺ نے حوصلہ شکنی اور اس سے منع فرمایا۔ قتل وغارت گری، ظلم، چوری ڈاکہ زنی وغیرہ کو کبیرہ گناہ قرار دیا اور اس سے اجتناب کرنے کا حکم دیا۔ لالچ اور حرص سے دور رہنے کی تلقین کی اور جو کچھ اللہ نے عطا کیا ہے اس پر قناعت کرنے کی ترغیب دی۔ اسی طرح ہر وہ چیز جو معاشرے کے امن کی ضامن ہے، اسے اپنانے کا حکم ارشاد فرمایا جیسے صلح، صلہ رحمی، عفو و درگزر، دوسروں کی جان، مال اور عزت کی حفاظت وغیرہ۔ ذیل میں چند اخلاقی اقدامات کو تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ خاندانی اختلافات کے خاتمے کے لیے اخلاقی تعلیمات

کسی بھی معاشرے کی بنیادی اکائی خاندان ہے۔ خاندان میں جہاں لوگ باہم مربوط ہوتے ہیں وہیں کبھی کبھار غلط فہمیوں یا دیگر عوامل کے باعث اختلافات کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ اگر ان اختلافات کو بروقت ختم نہ کیا جائے تو یہ بسا اوقات لڑائی اور قتل وغارت گری کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ خاندانی لڑائی پھیل کر کئی علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے جس سے معاشرے کا امن تباہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خاندانی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے کئی اخلاقی بنیادی فراہم کیں۔

الف۔ رسول اللہ ﷺ نے خاندانی اختلافات اور عداوت کو ختم کرنے کی بنیاد صلہ رحمی پر رکھی۔ صلہ رحمی کا تصور ایسا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے رشتہ داروں کے مابین عداوت قدم نہیں جما سکتی۔ واقعہ افک میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ انصار کی ایک مجلس میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مسطح رضی اللہ عنہ اور دیگر الزام لگانے والے لوگ میرے اور میرے گھر والوں سے کیا چاہتے ہیں؟ یہ سن کر انصار نے کہا کہ ہم انہیں قتل کر دیتے ہیں جس پر اوس اور خزرج کے درمیان بہت شور شرابا ہوا۔ تاہم رسول اللہ ﷺ نے انہیں چپ کروا دیا۔ مسطح رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور ایک غریب شخص تھے جن پر ابو بکر رضی اللہ عنہ صلہ رحمی کرتے ہوئے خرچ کرتے تھے۔ یہ صورتحال دیکھ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ وہ آئندہ مسطح رضی اللہ عنہ پر کبھی کچھ بھی خرچ نہیں کریں گے۔ اس پر ارشاد باری تعالیٰ نازل ہوا: ﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا﴾(6) ("اور نہ قسم اٹھائیں فضیلت والے لوگ تم میں سے اور وسعت والے اس بات سے کہ وہ نہ دیں گے قرابتداروں کو اور مسکینوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو۔ اور چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں")۔ اس آیت کے نزول پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کا خرچ بحال کر دیا(7)۔

ب۔ خاندانی اختلافات کو ختم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے معافی ودرگزر کا تصور دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے خاندان نے آپ ﷺ کو بہت زیادہ تنگ کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ جب اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو فتح مکہ نصیب فرمائی تو آپ ﷺ نے اپنے مخالف رشتہ داروں سے بدلہ لینے کے بجائے انہیں معاف فرمادیا[8]۔یوں کسی طرح کی بدامنی نہیں ہوئی اور مکہ مکرمہ پُرامن رہا۔اس لیے اگر خاندان میں کسی وجہ سے اختلاف ہو جائے تو اسوہ نبوی پر عمل کرتے ہوئے ایک دوسرے کو معاف کر دینا چاہیے۔

ج۔ آپ ﷺ نے خاندان کے ساتھ اچھائی سے پیش آنے کی تلقین کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي»[9](تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل یعنی خاندان کے ساتھ بہتر ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل والوں کے ساتھ بہتر ہوں)۔اس حدیث میں "اہل" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بعض علماء نے اس مقام پر "اہل" کا عام معنی جو کہ قریبی رشتہ دار ہے، مراد لیا ہے جیسے زوجات، والدین، بھائی، بہنیں، بیٹے اور بیٹیاں۔ بعض نے کہا کہ اگرچہ حدیث میں "اہل" کا عام لفظ استعمال کیا گیا ہے مگر مقصود بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت ہے۔ بہر حال شریعت کی نظر میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا ہو کیونکہ یہ اچھائی امن کی ضامن ہے۔اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا:«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»[10](تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے)۔جب خاندان کے ہر فرد کا یہ جذبہ ہو گا تو پھر اختلافات ختم ہو جائیں گے۔

د۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ملنے جلنے اور روابط قائم رکھنے کی ترغیب دی۔اس سے خاندانوں کے درمیان محبت اور بھائی چارے کا احساس بڑھا، جو کہ اختلافات کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہوا۔اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے سلام کو عام کرنے کا حکم ارشاد فرمایا[11]۔ سلام در حقیقت ایک شخص کی طرف سے دوسرے کو امن وسلامتی کی ضمانت ہوتا ہے۔ لوگوں کے درمیان ناراضگی کا اختتام سلام کے ذریعے ہی ہوتا ہے یعنی جب سلام کر لیا تو ناراضگی ختم ہو جاتی ہے۔

2۔ طبقاتی تقسیم اور قوم پرستی کی حوصلہ شکنی

کسی بھی معاشرے میں طبقاتی تقسیم اور قوم پرستی امن وسلامتی کے لیے زہر قاتل ہے۔ طبقاتی اور نسلی بنیاد پر امتیاز برتنے سے معاشرتی عدم مساوات پروان چڑھتی ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کے درمیان نفرت پیدا ہوتی ہے۔ شریعت اسلامیہ نے اس ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[12] (اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو، در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے

جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو)۔ اسلام کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں، اگر کسی کو فوقیت ہے تو وہ تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ نسل، رنگ، قوم یا دولت کی بنیاد پر کسی کو دوسرے پر فوقیت حاصل نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے درمیان طبقاتی و قومی تقسیم کے بجائے ایمان کی بنیاد پر "عقد اخوت" قائم کیا جس کے تحت ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی بنایا گیا[13]۔ اس عقد اخوت میں بلا تفریق کئی چھوٹے بڑے قبائل اور آزاد کردہ غلام بھی شریک تھے۔ ایک بہترین اور متحد و مرتبط معاشرے کی تشکیل کے لیے مواخات و بھائی چارہ کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اس سے معاشرے میں نفرتوں، تعصبات، تفرقہ اور بغض کے بجائے محبتیں، رواداری، اتفاق، امن و امان اور ایک دوسرے کے لیے نیک خواہشات غالب رہتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کو ایسا مرکز فراہم کیا جہاں طبقاتی اور قومی تعصب کا قلع قمع کیا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کو ایک ایسی جگہ بنایا جہاں امیر اور غریب، سیاہ فام اور گورے سب ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ مسجد جہاں عبادت گاہ ہے وہاں وہ معاشرے میں لوگوں کے درمیان روابط اور تعلقات بڑھانے، ان میں اجتماعیت پیدا کرنے، ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے اور معاشرتی امن و امان قائم کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں طبقاتی تقسیم کو مکمل ختم کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل ہے اور نہ کالے کو سفید پر اور نہ سفید کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ ہاں تقویٰ کے ساتھ فضیلت ہو سکتی ہے[14]۔ آپ ﷺ نے خاندانی و طبقاتی بنیاد پر فخر کرنے اور دوسروں کے نسب اور خاندان کے حوالے سے طعن و تشنیع کرنے کو جاہلیت کا امر قرار دیا ہے[15]۔

آپ ﷺ کا ایک نام قریب ہے جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے بہت قریب تھے یعنی ہر ایک کو آپ ﷺ تک رسائی حاصل تھی۔ آپ ﷺ اور لوگوں کے درمیان طبقاتی یا نسلی دیواریں حائل نہیں تھیں۔ کوئی بھی شخص چاہے جس طبقہ یا نسل کا ہو، رسول اللہ ﷺ تک بآسانی پہنچ کر اپنا مسئلہ حل کروا لیتا تھا۔

3۔ مذہبی بنیاد پرستی کا خاتمہ

مذہبی بنیاد پرستی بھی ایک اہم عامل ہے جو امن کو متاثر کرتا ہے۔ جب لوگ اپنے مذہب کے نام پر دوسروں کے خلاف تشدد کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو اس سے امن کی فضا برباد ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری زندگی دعوت دین میں گزاری ہے مگر قبول اسلام کے لیے کسی پر جبر نہیں کیا۔ اس تناظر میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان قیام امن کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ اہل کتاب کو دینی مشترکات کی بنیاد دعوت دیں۔ اللہ کا ارشاد ہے ﴿قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾[16] (کہہ دو کہ:

اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم تم میں مشترک ہو)۔ جب کفار دعوت اسلام قبول نہ کریں اور مشترکات کی بنیاد پر بھی ساتھ چلنے کو تیار نہ ہوں تو انہیں ان کے دین پر چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی تناظر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ﴾[17] (تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین)۔ چونکہ مذہبی شدت پسندی کے نتیجے میں خوف وہراس پھیلتا ہے اور فتنہ برپا ہوتا ہے اس لیے اس شدت پسندی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾[18] (اللہ کے سوا وہ جن کی عبادت کرتے ہیں، ان کو برا بھلا نہ کہو، کہ وہ بھی حد سے تجاوز کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں گے)۔ رسول اللہ ﷺ جب جنگ کے لیے لشکر روانہ کرتے تو فرماتے کہ کسی کو مثلہ نہیں بنانا ، بچوں کو قتل نہیں کرنا اور اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرنے والوں قتل نہیں کرنا[19]۔ رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے موقع پر بھی مخالف مذہب کے علماء اور ان کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا اور اس بابت شدت سے روکا۔ الغرض شریعت اسلامیہ میں مذہبی بنیاد پر شر انگیزی اور شدت کی سخت حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

4۔ متحارب گروہوں کے درمیان صلح کرانا

معاشرے میں متحارب گروہوں کی وجہ سے امن و امان کا تباہ ہونا یقینی اور مشاہداتی امر ہے۔ رسول اللہ ﷺ امن وامان کی صورتحال بر قرار رکھنے کے لیے متحارب گروہوں میں باقاعدہ صلح کرواتے تھے۔ قیام امن کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے متخاصمین کو قریب لانے اور ان کے مابین صلح کروانے لیے جھوٹ تک بولنے کی اجازت دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرواتا ہے کہ متخاصمین تک (جھوٹ کے ذریعے) خیر پہنچاتا ہے یا کلمہ خیر کہتا ہے[20]۔

ایک مرتبہ اہل قباء آپس میں لڑپڑے یہاں تک ایک دوسرے پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: چلو جا کر ان کے درمیان صلح کرواتے ہیں[21]۔

ایک مرتبہ بنی معاویہ میں لوگوں کی ایک دوسرے کے ساتھ کچھ بغض وعداوت ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ تشریف لے گئے اور ان کے درمیان صلح کروائی[22]۔

انتظامی سطح پر قیام امن کے اقدامات

معاشرے میں جہاں لوگ ایک ساتھ رہتے ہیں وہاں ان میں اختلافات کا ہو جانا معمول ہے۔ یہ اختلافات بعض اوقات اشتعال انگیزی کے باعث بڑھ جاتے ہیں اور نوبت قتل و قتال تک پہنچ جاتی ہے جس کے باعث خوف و ہراس کی فضا پیدا ہو جاتی ہے اور معاشرے کا امن برباد ہو جاتا ہے۔ کسی بھی ریاست کے لیے اس طرح کی صورتحال سے نمٹنے کے لیے انتظامی اقدامات کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جہاں امن وامن کے قیام کے لیے

اخلاقی بنیادیں فراہم کیں وہیں سخت انتظامی اقدامات بھی کیے جن میں حدود و تعزیرات کا نفاذ اور عدل و انصاف کا بہترین نظام شامل ہیں۔ ذیل میں چند ایسے قدامات کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

1۔ جنگوں اور تشدد کی روک تھام

تشدد اور جنگیں براہ راست امن کو تباہ کرتی ہیں۔ جنگوں کی وجہ سے انسانی جانیں ضائع ہوتی ہیں، معیشت متاثر ہوتی ہے اور لوگوں میں خوف وہراس پھیلتا ہے۔ آپ ﷺ نے معاشرے کو پر امن رکھنے کے لیے از حد جنگ و تشدد سے لوگوں کو دور رکھا۔ اس سلسلے میں سیرت النبی ﷺ میں کئی واقعات ملتے ہیں۔

الف۔ سائب بن ابی سائب فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کی۔ دوران تعمیر میں نے حجر اسود لیا اور بیت اللہ کی ایک طرف رکھ دیا۔ میں موقع پر موجود تھا جب لوگوں نے حجر اسود اٹھا کر مقررہ جگہ پر رکھنے کی بابت اختلاف شروع کر دیا۔ اختلاف اس قدر ہوا کہ قریب تھا کہ ان کے مابین تلواروں سے قتال شروع ہو جاتا۔ آخر کار انہوں نے کہا کہ اس مسجد کے دروازے سے جو شخص سب سے پہلے داخل ہو گا اسے اس معاملہ میں اپنا حکم بنا لیں گے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے مسجد داخل ہوئے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ امین ہیں۔ وہ لوگ جاہلیت میں بھی رسول اللہ ﷺ کو امین کہتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے محمد! ہم آپ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کپڑا منگوایا، اسے بچھایا پھر پتھر اس میں رکھا اور کئی خاندانوں کے نام لیے کہ تم میں سے ہر آدمی اس کپڑے کے کونے کو پکڑے چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے اٹھا کر حجر اسود کو مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے سات سال قبل پیش آیا[23]۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنی حکمت و بصیرت سے ایک بڑی جنگ کو روک دیا اور مکہ کا امن تباہ نہیں ہونے دیا۔

ب۔ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ میں امن و امان بر قرار رکھنے کے لیے متعدد اقدامات کیے۔ ریاست مدینہ کو اندورنی اور بیرونی دونوں طرح کے خطرات لاحق تھے۔ ان خطرات سے نمٹنے کے لیے اہل مدینہ میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی اور مسلمانوں کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی آمد سے قبل مدینہ میں تین یہودی قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ آباد تھے۔ مدینہ کے تمام معاملات پر ان کا غلبہ تھا اور کسی وقت بھی امن و امان تباہ کر سکتے تھے۔ چانچہ رسول اللہ ﷺ نے امن و امان بر قرار رکھنے اور باہمی تعلقات کو فروغ دینے کے لیے ان قبائل کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے[24]۔

ج۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے باہر اور اطراف وجوانب پر کڑی نظر رکھی اور بیرونی خطرات سے نمٹنے کے لیے مدینہ کے اطراف وجوانب میں موجود قبائل کے ساتھ امن معاہدات شروع کیے۔ ان قبائل کے ساتھ بھی معاہدات

کیے جن کی زمینوں سے قریشی قافلے گزرتے تھے۔ چنانچہ ابتدائی چند سالوں میں قبیلہ بنی ضمرہ، بنو مدلج اور قبیلہ جہینہ جیسے دیگر قبائل کے ساتھ معاہدات ہو گئے۔ ان معاہدات میں ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے اور ایک دوسرے کی جان ومال کی حفاظت پر اتفاق کیا گیا[25]۔

د۔ رسول اللہ ﷺ نے قیام امن کی خاطر حدیبیہ میں بظاہر مسلمانوں کی مصالح کے خلاف شرائط قبول کر کے معاہدہ کر لیا اور ایک بہت بڑی جنگ اور خونریزی کو روک دیا[26]۔ آپ ﷺ کے اس فیصلے کے بعد مدینہ منورہ پُر امن ہو گیا۔ مسلمانوں نے بے خوف ہو کر دعوت و تبلیغ کا کام کیا اور رسول اللہ ﷺ نے عالمی سطح پر دعوت شروع کی۔

ہ۔ فتح مکہ کے موقع پہ غلبہ پا لینے کے باوجود آپ ﷺ نے اہل مکہ کو قتل نہیں کیا بلکہ مسلمانوں سے کہا کہ جو اسلحہ پھینک دے اسے کچھ نہ کہا جائے، جو مسجد حرام میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے۔ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے اندر ہو گیا اس کو بھی امان ہے۔ جو ابو سفیان کے گھر داخل ہوا اسے بھی امان ہے[27]۔ آپ ﷺ کے اس اقدام سے مکہ مکرمہ خونریزی سے بچ گیا۔

رسول اللہ ﷺ جنگ سے از حد درجہ گریز کرتے ہوئے ہر معرکے میں مصالحت کے منتظر ہوتے تھے اور اگر مصالحت کی پیش کش ہوتی تو وہ قبول فرما لیتے تھے۔ آپ نے مصالحت کو ہمیشہ لڑائی پر مقدم رکھا۔ اس کی سب سے بڑی مثال صلح حدیبیہ ہے جسے غزوۃ الامن بھی کہتے ہیں۔

2۔ قیام امن کے لیے جہاد

جہاں مفاہمت سے امن کا قیام ممکن نہ ہو تو وہاں مزاحمت کرنی پڑتی ہے۔ حد درجہ کوشش کے باوجود بعض اوقات مفسدین کے ساتھ لڑائی اور جنگ لازم ہو جاتی ہے۔ اسی تناظر میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ ﴾[28] (اور اگر اللہ اسی طرح لوگوں کے ایک (شرپسند) گروہ کو دوسرے (صالح) گروہ سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین میں فساد ہی مچا رہتا)۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوات کے ذریعے شرپسند گروہوں کو فساد سے روکا اور اپنی عملداری میں مکمل امن قائم کیا۔ کوئی غزوہ ایسا نہیں جس کے بعد بدامنی اور فساد برپا ہوا ہو۔

3۔ عدل وانصاف کی فراہمی

دنیا میں بدامنی اور ظلم وجور کا ایک بڑا سبب عدل و انصاف کا فقدان ہے جبکہ مساوی عدل و انصاف کی سہولتوں کا میسر ہونا امن وامان کی ضمانت ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بہترین نظام انصاف قائم کر کے معاشرے میں امن وامان کو بحال کیا اور انسانیت کو زمانہ جاہلیت کے ظلم و جبر پر مبنی نظام سے چھٹکارا دلایا۔ عدل وانصاف رسول

اللہ ﷺ کے اخلاق کریمہ اور صفات محمودہ میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا انصاف ایسا تھا جو دوست و دشمن، قریب و بعید اور مومن و کافر سب کے لیے یکساں تھا۔ ایسا انصاف تھا جو جانوروں کے حقوق کا تحفظ بھی کرتا تھا۔

آپ ﷺ عہد طفولیت سے عدل کی صفت بدرجہ کمال رکھتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی رضاعی والد حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی دائیں چھاتی سے دودھ پیتے تھے جبکہ آپ کا رضاعی بھائی بائیں چھاتی سے پیتا تھا۔ ایک دن حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بائیں چھاتی سے دودھ دینے کی کوشش کی تو رسول اللہ ﷺ نے پینے سے انکار کر دیا(29)۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص امن کا دعویدار ہے اسے چاہیے کہ وہ کسی کا حق نہ مارے اگرچہ وہ دودھ کی ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو۔

ظلم کے خاتمے اور مظلوموں کو انصاف دلوانے کی خاطر رسول اللہ ﷺ بعثت سے قبل ایک معاہدے میں شریک ہوئے جسے حلف الفضول کہتے ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ قبیلہ زبید کا ایک آدمی سامان تجارت لے کر مکہ مکرمہ آیا جس سے عاصی بن وائل جو کہ قریش میں مقام و مرتبہ رکھتا تھا، نے سامان خریدا اور پیسے روک لیے۔ اس موقع پر زبیر بن عبد المطلب کی تحریک پر بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تیم کے لوگ ابن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور اس بات کا عہد کیا اور حلف اٹھایا کہ ہم ضرور ہمیشہ مظلوم کے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ اسے اس کا حق مل جائے اور معاشی حوالے سے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کریں گے۔ اس کے بعد انہوں نے عاصی بن وائل سے زبیدی کا سامان واپس لے کر اسے دے دیا(30)۔ اس بابت رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ میں عبد اللہ بن جدعان کے گھر ایک معاہدے میں شریک ہوا تھا، اس کے بدلے اگر میرے لیے سرخ اونٹ بھی ہوں تو مجھے پسند نہیں۔ اگر مجھے اسلام میں ایسے معاہدے کی طرف بلایا جائے تو میں ضرور قبول کروں گا(31)۔

رسول اللہ ﷺ کے عدل وانصاف کا یہ عالم تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے کسی تکلیف پہنچتی تو آپ ﷺ خود کو اس شخص کے سامنے بدلے کے لیے پیش کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کچھ تقسیم فرمارہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور آپ ﷺ کے اوپر جھک گیا۔ اسے ہٹانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک لکڑی اسے چبھو دی جس کے باعث اس کے چہرے پر خراش آگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا: آؤ مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔ اس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے آپ کو معاف کر دیا(32)۔

رسول اللہ ﷺ نے قانون کو سب کے لیے برابر رکھا اور اس بابت کبھی کسی کی سفارش نہیں سنی۔ مشہور قبیلہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی تو لوگوں نے باہم مشاورت کی کہ ایسا کون شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ سے اس کی سفارش کر کے سزا معاف کروا سکے۔ کسی میں جرات نہ تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اس بابت بات کر سکتا۔ چنانچہ سب نے مل کر رسول اللہ ﷺ کے محبوب کے محبوب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

وہ سفارش کریں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بابت جب بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کا معزز شخص جب چوری کرتا تو اسے وہ لوگ چھوڑ دیتے اور جب کمزور شخص چوری کرتا تو اس کے ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا[33]۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سفارش کو رد کر دیا۔

آپ کے عدل و انصاف کا عروج یہ تھا کہ غیر مسلم اور یہودی بھی اپنے فیصلے کروانے رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تھے۔ مدینہ منورہ میں دو یہودی قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ رہتے تھے۔ ان میں سے بنو نضیر کا مقام و مرتبہ زیادہ تھا اس لیے جب ان کو کوئی بندہ قتل ہوتا تو اس کی دیت مکمل ہوتی تھی جبکہ بنو قریظہ کا اگر کوئی شخص قتل ہو جاتا تو اس کی دیت نصف ہوتی تھی۔ چنانچہ اس بابت یہ اپنی مخاصمت لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس فیصلہ کروانے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حق پر ابھارا اور دونوں قبائل کے مقتولوں کی دیت کو برابر رکھنے کا فیصلہ صادر فرمایا[34]۔

4۔ معاشی عدم مساوات کا خاتمہ

دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، لوگوں کے درمیان حسد اور دشمنی پیدا کرتی ہے۔ ایسی معاشی پالیسیاں معاشرتی تناؤ کا باعث بنتی ہیں جن کے باعث کچھ افراد یا گروہ معاشی طور پر مستحکم ہوں اور کچھ محنت کے باوجود غربت و مفلسی کا شکار ہو جائیں۔ عصر حاضر میں امن کی تباہی کا ایک بڑا سبب ایسی ہی غیر منصفانہ معاشی پالیسیاں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے معاشی عدم مساوات کو ختم کرنے کے لیے درج ذیل چند اقدامات کیے۔

الف۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ گئے اور وہاں نئی ریاست کی بنیاد رکھی تو اس وقت یہودیوں کی معاشی پالیسیوں کے باعث اہل مدینہ کی معیشت کمزور تھی اور وہ سود تلے دبے ہوئے تھے۔ اس کمزوری کے باعث یہود اہل مدینہ کو آپس میں لڑاتے رہتے تھے جس سے مدینہ کا امن و امان شدید متاثر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے امن و امان برقرار رکھنے کے لیے جہاں دیگر اقدامات کیے وہیں اہل مدینہ کی معیشت کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے سود کو حرام قرار دیا اور سود کھانے اور کھلانے والے میں سے ہر دو پر لعنت فرمائی [35]۔

ب۔ آپ ﷺ نے معاشی عدم مساوات اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کو ختم کرنے کے لیے دولت کو گردش میں رکھنے کی خاطر زکوۃ کا نظام قائم کیا۔ اس کے نتیجے میں دولت مند افراد ہر سال اپنی دولت کا چالیسواں حصہ غریبوں اور ضرورت مندوں کو دیتے ہیں۔ مزید برآں آپ نے لوگوں کو صدقہ و خیرات کی بھی ترغیب دی۔ یہ اقدام معاشرتی انصاف کو فروغ دیتا ہے اور دولت کی منصفانہ تقسیم میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ زکوۃ کا مقصد معاشی عدم مساوات کو کم کرنا اور معاشرتی فلاح و بہبود کو یقینی بنانا ہے۔

ج۔ معاشی عدم مساوات کا ایک سبب تجارت میں دھوکہ دہی اور فراڈ بھی ہے کیونکہ اس صورت میں خریدار کو اتنا حصہ نہیں ملتا جتنا اس کا بنتا ہے بلکہ وہ حصہ بھی بیچنے والا رکھ لیتا ہے اور یہی معاشی عدم مساوات ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو فراڈ اور غبن سے منع فرمایا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گندم کے ایک ڈھیر سے گزرنے لگے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس اڈھیر میں داخل کیا۔ آپ ﷺ کی انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کیا ہے؟ مالک نے کہا: یا رسول اللہ! اس پر بارش ہوئی تھی اس لیے گیلی ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آپ نے اس گیلی گندم کو اوپر کیوں نہ رکھا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ جس نے دھوکہ دیا وہ مجھ میں سے نہیں ہے[36]۔

د۔ معاشی عدم مساوات کا ایک سبب ذخیرہ اندوزی بھی ہے۔ یہ ایک برا اور حرام کام ہے جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ خطاء کار ہے[37]۔

الغرض اسلام سراپا امن کا دین ہے اور رسول اللہ ﷺ دین اسلام کی عملی تصویر ہیں۔ اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے لیے امن کا اعلان ہے جنہوں نے دین اسلام کو اختیار کیا۔ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾[38] (وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کی آمیزش نہیں کی، امن انہی لوگوں کے لئے ہے اور یہی لوگ سیدھی راہ پانے والے ہیں)۔ اعلان نبوت کے بعد جب اسلام پھیلنا شروع ہوا تو مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف دی گئیں۔ یہ تکالیف امن تباہ کرنے والوں کی طرف سے تھیں کیونکہ وہ اس پر امن دین کو ترقی کرتا ہوا دیکھ نہیں سکتے تھے اور اس کے مقابلے میں اپنے آباؤ و اجداد کے ظالمانہ طور طریقوں پر مصر تھے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ قیام امن کے لیے طویل المدتی منصوبہ بندی کر رہے تھے اس لیے جب صحابہ کرام کفار کے مظالم سے تنگ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے دربار میں شکایت کرتے تو رسول اللہ ﷺ انہیں سابقہ لوگوں کے دین حق پر ثابت قدم رہنے کے واقعات سناتے اور صبر کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ ایک وقت دن ایسا ضرور آئے گا کہ جس میں یہ دین اپنے کمال اور عروج کو پہنچے گا۔ امن اس قدر ہو گا کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک اکیلا سفر کرے گا اور اللہ کے سوا اسے کسی کا خوف نہیں ہو گا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنی بکریوں کے معاملے میں بھیڑیے سے خوف زدہ ہو گا[39]۔ امن وامان کی یہ صورت قیام امن کی اس منصوبہ بندی کا عروج ہے جس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں کفار کے مظالم کے دور میں رکھی تھی۔

مصادر و مراجع

1. ابو داؤد سلیمان بن اشعث ازدی سجستانی (275ھ)۔ السنن۔ بیروت: دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009ء۔
2. احمد بن حنبل (241ھ)۔ مسند۔ بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء۔
3. ابن ابی اسامہ، حارث (282ھ)۔ مسند الحارث۔ مدینہ منورہ: مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ، 1992ء۔
4. اصبہانی، ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد (430ھ)۔ دلائل النبوۃ۔ بیروت: دار النفائس، 1986ء۔
5. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل جعفی۔ الصحیح۔ دمشق: دار ابن کثیر، دار الیمامۃ، 1993ء۔
6. بیہقی، احمد بن حسین بن علی (458)۔ معرفۃ السنن والآثار۔ بیروت: دار قتیبہ، 1991ء۔
7. ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی (279ھ)۔ السنن۔ بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1996ء۔
8. سہیلی، عبد الرحمن بن عبد اللہ (851ھ)۔ الروض الانف۔ بیروت: دار احیاء التراث العربی، 2000ء۔
9. شامی، محمد بن یوسف الصالحی (942ھ)۔ سبل الھدی والرشاد، فی سیرۃ خیر العباد۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1993ء۔
10. طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (360ھ)۔ المعجم الکبیر۔ قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ۔
11. ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (273ھ)۔ السنن۔ بیروت: دار الرسالۃ العالمیہ، 2009ء۔
12. ماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بصری (450ھ)۔ ادب الدنیا والدین۔ لبنان: دار مکتبۃ الحیاۃ، 1986ء۔
13. مبارک پوری، صفی الرحمن (1427ھ)۔ الرحیق المختوم۔ بیروت: دار الہلال۔
14. مسلم بن حجاج قشیری ابو الحسین۔ الصحیح۔ ترکیا: دار الطباعۃ العامرۃ، 1334ھ۔
15. ابن ہشام، عبد الملک حمیری معافری (213ھ)۔ السیرۃ النبویۃ۔ مصر: مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی واولادہ، الثانیہ، 1955ھ۔

حواشی

(1) قریش: 4

(2) النحل: 112

(3) ابراہیم: 37

(4) ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی (279ھ)، السنن (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1996ء)، أَبْوَابُ الزُّهْدِ، رقم الحدیث: 2346، ج 4 ص 574۔

[5] ابو الحسن علی بن محمد بن محمد بصری ماوردی (450ھ)، ادب الدنیا والدین (لبنان: دار مکتبۃ الحیاۃ، 1986ء)، ص142۔

(6) النور:22

[7] حارث بن ابی اسامہ (282ھ)، مسند الحارث (مدینہ منورہ: مرکز خدمۃ السنۃ والسیرۃ النبویۃ، 1992ء)، رقم الحدیث: 998، ج2ص913۔

[8] عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری معافری (213ھ)، السیرۃ النبویۃ (مصر: مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی واولادہ، الثانیہ، 1955ھ)۔ ج2ص412۔

(9) ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی (273ھ)، السنن (بیروت: دار الرسالۃ العالمیہ، 2009ء)، أَبْوَابُ النِّكَاحِ ، بَابُ حُسْنِ مُعَاشَرَةِ النِّسَاءِ، رقم الحدیث: 1977، ج3ص147۔

(10) ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری جعفی، الصحیح (دمشق: دار ابن کثیر، دار الیمامۃ ش، 1993ء)، كِتَاب الْإِيمَانِ.، بَاب: مِنَ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ، رقم الحدیث: 13، ج1ص14۔

[11] ترمذی، السنن، باب في إفشاء السلام ، رقم الحدیث: 2688، ج4ص419۔

[12] الحجرات: 13

[13] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج1ص504۔

[14] سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی (360ھ)، المعجم الکبیر (قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ)، رقم الحدیث: 16، ج12ص18۔

[15] امام احمد بن حنبل (241ھ)، مسند (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء)، رقم الحدیث: 22904، ج37ص538۔

(16) آل عمران: 64

(17) الکافرون: 6

(18) الأنعام: 108

[19] احمد بن حنبل، مسند، رقم الحدیث: 2728، ج4ص461۔

(20) بخاری، الصحیح، رقم الحدیث: 2546، ج2ص958۔

[21] بخاری، الصحیح، رقم الحدیث: 2547، ج2ص958۔

(22) طبرانی، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: 1237، ج2ص46۔

(23) ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد اصبہانی (430ھ)، دلائل النبوۃ (بیروت: دار النفائس، 1986ء)، ص205۔

[24] تفصیل کے لیے دیکھیے: ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج1ص504۔

[25] محمد بن یوسف الشامی الصالحی (942ھ)، سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1993ء)، ج

4ص14۔ / صفی الرحمن مبارک پوری(1427ھ)،الرحیق المختوم(بیروت:دار الہلال)،ص177۔

(26) ابن ہشام،السیرۃ النبویۃ،ج2ص317۔

(27) ایضاً،ص403۔

(28) البقرۃ:251

(29) عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی(851ھ)،الروض الانف(بیروت:دار احیاء التراث العربی،2000ء)،ج2ص104۔

(30) ایضاً،ج2ص47:46۔

(31) احمد بن حسین بن علی بیہقی(458)،معرفۃ السنن والآثار(بیروت:دار قتیبہ،1991ء)،رقم الحدیث:13232،ج9ص 304۔

(32) ابوداؤد سلیمان بن اشعث ازدی سجستانی(275ھ)،السنن(بیروت:دار الرسالۃ العالمیۃ،2009ء)،رقم الحدیث:4536 ،ج6ص593۔

(33) بخاری،الصحیح،رقم الحدیث:3526،ج3ص1366۔

(34) ابن ہشام،السیرۃ النبویۃ،ج1ص566۔

(35) بخاری،الصحیح، كِتَابُ النِّكَاحِ ، بَابُ مَهْرِ الْبَغِيِّ وَالنِّكَاحِ الْفَاسِدِ،رقم الحدیث:5347،ج7ص61۔

(36) ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری،الصحیح(ترکیا:دار الطباعۃ العامرۃ،1334ھ)،كِتَابُ الْإِيمَانِ، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ تَعَالَى وَسَلَّمَ: مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا،رقم الحدیث:164–(102)،ج1ص69۔

(37) ایضاً، كِتَابُ الْبُيُوعِ ، بَابُ تَحْرِيمِ الِاحْتِكَارِ فِي الْأَقْوَاتِ،رقم الحدیث:1605،ج5،ص65۔

(38) الأنعام:82

(39) بخاری،الصحیح،رقم الحدیث:3852،ج5ص45۔